دوسری جنگِ عظیم میں جاپانیوں کی قید سے
فرار ہونے والے چند فوجیوں کا سنسنی خیز قصہ

دلدل کے ساتھی

مترجم: نسیم اقبال

جاسوسی ڈائجسٹ مئی جون 1977

نسیم اقبال

جاپانیوں کی قید سے فرار ہونے والے چند فوجیوں کا سنسنی خیز قصہ

دوسری جنگ عظیم کے موضوع پر ایک ولولہ انگیز تحریر

میجر ڈوگریس اور اس کے ساتھیوں کو گوریلا جنگ کی خصوصی تربیت دی گئی تھی، لیکن یہ تربیت مکمّل نہیں تھی۔ جاپانی فوجی اس جنگ کے ماہر تھے اور انہوں نے اس طریق جنگ سے امریکیوں کو شدید نقصان پہنچائے تھے۔ یوں بھی جاپان کے بہت سے محاذوں پر امریکی شدید مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے تھے۔ بحیرۂ بسمارک، آئٹو جیما، چٹاگانگ، برما کے محاذوں پر جاپانیوں نے ایسی حیرت انگیز جنگ لڑی تھی کہ امریکیوں کے چھکّے چھوٹ گئے تھے اور پھر امریکی ہائی کمان نے ہنگامی فیصلہ کیا کہ کچھ مخصوص کارکردگی کے مالک فوجی افسروں کو گوریلا جنگ کی تربیّت دی جائے اور فوری طور پر اس پر عمل شروع ہو گیا۔ کئی کمپنیوں کو فلپائنی ماہرین کے زیر تربیت دے دیا گیا اور وہ انہیں جنگلوں میں جنگ کی تربیت دینے لگے۔ میجر ڈوگریس بھی اپنی کمپنی کے ساتھ تربیت لے رہا تھا۔ اس وقت وہ نبان کے علاقے میں تھے، یہ علاقہ بھی جاپانیوں سے محفوظ نہیں تھا۔ یہاں امریکی فوجوں کا کنٹرول نہیں تھا، بلکہ ہوتا یوں تھا کہ کبھی کوئی جاپانی کمپنی درختوں سے نکل کر امریکی دستوں پر حملہ آور ہوتی اور ان کو زبردست نقصان پہنچا کر جنگلوں میں روپوش ہو جاتی، اگر کبھی امریکی دستے کسی جاپانی کمپنی کو پا لیتے تو چاروں طرف سے گھیر کر بھون ڈالتے۔ لیکن جنگلوں کی جنگ میں پلّہ ہمیشہ جاپانیوں کا ہی بھاری رہتا۔

میجر ڈوگریس کی کمپنی نبان کے قدرے محفوظ علاقے میں زیر تربیت تھی۔ فلپائنی کمانڈر زیلوس اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اسے تربیت دے رہا تھا کہ ایک رات جب کمپنی کے چھوٹے سے کیمپ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی، اچانک جاپانی ان پر آ پڑے، تربیت حاصل کرنے والے پوری طرح محتاط رہتے تھے۔ لیکن طویل تھکن سب پر غالب رہتی تھی۔ چنانچہ اگر وہ کبھی غافل ہوتے تو پھر پوری طرح غافل ہو جاتے تھے۔ اس رات بھی یہی ہوا تھا۔ تھکے ہوئے لوگ سو گئے تھے اور جاپانیوں کو بہترین موقع نصیب ہوا تھا۔ چنانچہ سوتے ہوئے فوجی بے دریغ گولیوں کا نشانہ بننے لگے۔ سنبھلتے سنبھلتے ان کا زبردست نقصان ہو چکا تھا، اور جوں ہی وہ جنگ کے لئے تیار ہوئے جاپانی درختوں میں روپوش ہو گئے۔ ان کا نشان بھی نہیں مل سکا تھا۔ رات کی تاریکی میں ان کا تعاقب بے سود تھا اور پھر اس وقت یہ بہادری حماقت تھی، اندازہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ انہوں نے کونسا راستہ اختیار کیا ہے۔ یا پھر ممکن ہے وہ اسی لئے فرار ہوئے ہوں کہ امریکی ان کا تعاقب کریں اور وہ درختوں میں چھپ کر بچے

کچھے امریکیوں کو نشانہ بنالیں۔

چنانچہ میجر ڈوگریس نے تعاقب کی حماقت نہیں کی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ زخمیوں اور لاشوں کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ اسے اپنی غفلت کا شدید رنج تھا۔ بے شمار افراد اس حملے کا شکار ہو گئے تھے، جاپانیوں نے کاری ضرب لگائی تھی چنانچہ جو زخمی تھے وہ بھی آہستہ آہستہ دم توڑ رہے تھے۔ اس کے علاوہ میجر ڈوگریس نے اس خطرے کو بھی نظر انداز نہیں کیا تھا کہ ممکن ہے گوریلے انہیں متعاقب نہ پاکر دوبارہ پلٹیں اور پھر تباہی مچانے کی کوشش کریں، اس لئے ڈوگریس نے مسلح افراد کو پہرے پر متعین کر دیا اور پھر یہ خوفناک رات آہستہ آہستہ گذر کر ختم ہو گئی۔

نقصان کا اندازہ تو دن کی روشنی میں ہی ہوا تھا۔ آدھے سے زیادہ افراد موت کا شکار ہو گئے تھے، سب سے زیادہ رنج فلپائنی کمانڈر زیلوس اور اس کے ساتھیوں کی موت کا تھا، وہ سب کام آ گئے تھے۔ گویا اب کمپنی یعنی اس کے بچے کھچے افراد ان جنگلوں میں بے سہارا ہو گئے تھے، وہ اب میجر ڈوگریس کی نگرانی میں تھے اور ان جنگلوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے، انہیں نہیں معلوم تھا کہ اب وہ کونسی سمت اختیار کریں۔ بہرحال ان لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری اب میجر ڈوگریس پر تھی۔ اس کا فرض تھا کہ وہ ان لوگوں کو لے کر بحفاظت کسی اتحادی بٹالین سے جا ملے۔ جاپانی گوریلوں کو علم ہو چکا تھا کہ ان جنگلات میں کوئی امریکی کمپنی موجود ہے، اس لئے وہ بچے کھچے لوگوں کو بھی نظر انداز نہیں کریں گے، اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ فوری طور پر یہ جگہ چھوڑ دیں۔ میجر ڈوگریس نے ضروری ہدایات جاری کیں۔ تمام لاشوں کو یکجا کر دیا گیا، ظاہر ہے ان کی تدفین کا بندوبست نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ جانے کتنی لاشیں ان جنگلات میں بے گور و کفن سڑ رہی ہوں گی۔

میجر ڈوگریس نے نہایت پھرتی سے تیاریاں مکمل کرائیں اور پھر باقی ماندہ افراد کے ساتھ وہ جگہ چھوڑ دی۔ وہ سمتوں سے قطعی ناواقف تھا، لیکن بہرحال کوئی رخ اختیار کرنا ہی تھا۔ تمام لوگ ہراساں تھے۔ سب ہی جانتے تھے کہ فلپائنی افسر زیلوس کی موت کے بعد جنگلات کے راستے بالکل ہی مسدود ہو گئے ہیں۔ سمتوں کا تعین نہ ہونے کی بنا پر وہ کسی بھی وقت موت کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لیکن میجر ڈوگریس ایک باہمت شخص تھا۔ اس نے ان لوگوں کے حوصلے بڑھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور وہ جنگلوں کا سفر طے کرنے لگے، راستے بناتے تھے، قدم قدم پر موت کے منتظر۔

جس قدر ہو سکا جلد از جلد سفر کیا گیا۔ مرنے والوں کا ضروری ساز و سامان بھی ساتھ لے لیا گیا تھا جس میں خیمے اور کھانے پینے کی اشیاء شامل تھیں۔ یوں تو جاپان پر حملہ آور امریکی فوجیوں کو پورا پورا احساس تھا کہ یہاں آنے کے بعد زندگی واپس لے جانا ناممکن ہے، لیکن اس بے بسی کی موت سے وہ کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھے جس کا اظہار بہرصورت کسی فوجی کے لئے ممکن نہیں تھا لیکن میجر ڈوگریس ان کی اس کیفیت سے اچھی طرح واقف تھا لیکن خاموشی کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا، پورا دن اور ساری رات سفر میں گذر گئی درختوں کے ایک ایک پتے کی کھڑکھڑاہٹ انہیں چونکانے کا سبب بن جاتی تھی، اور اب ڈوگریس محسوس کر رہا تھا کہ فوجیوں میں مزید چلنے کی سکت باقی نہیں رہ گئی ہے، چنانچہ اس نے درختوں کے ایک جھنڈ کے نزدیک کیمپ لگا دیا، اور فوجی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ دن چمکدار تھا، چاروں طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ڈوگریس نے فوجیوں کو ضروری ہدایات جاری کیں اور پھر قرب و جوار کے علاقہ کی چھان بین کے لئے نکل گیا۔

ان کے پیش نگاہ کوئی خصوصی مہم تو تھی نہیں، بس صرف ان باقی ماندہ لوگوں کو صحیح سلامت کسی اتحادی گروہ تک لے جانا تھا۔ چنانچہ صرف اتنا سا کام تھا کہ جاپانی گوریلوں سے ان کی زندگی محفوظ رکھی جائے اور کسی بھی صحیح سمت کا تعین کر لیا جائے۔ میجر ڈوگریس نے صرف یہی جائزہ لینے کے لئے ایک لمبا چکر لگایا کہ جس جگہ انہوں نے کیمپ لگایا ہے وہاں سے گوریلا کارروائی کس انداز میں کی جا سکتی ہے۔ درختوں کا یہ جھنڈ اس قدر گھنا تھا کہ یہاں اچھی خاصی فوجیں آسانی سے چھپ سکتی تھیں، لیکن ڈوگریس نے ان درختوں پر بھی مسلح فوجیوں کو پہنچا دیا تاکہ گوریلا کارروائی اس طرف سے نہ ہو سکے۔ اس کے بعد اس نے درختوں کے آخری سلسلے کا رخ کیا، جو زیادہ دور نہ تھا۔ دو مسلح فوجی اس کے ساتھ تھے۔ درختوں کے دوسری جانب ایک چھوٹا سا سیاہ میدان نظر آیا، جس کے دوسری جانب پھر درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یہ چھوٹا سا میدان اپنی رنگت کے اعتبار سے عجیب تھا۔ نہ جانے کیسی بو میجر ڈوگریس کے نتھنوں سے ٹکرائی۔ اس نے چند قدم آگے بڑھ کر اس بدبو کو جاننے کی کوشش کی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک فوجی نے مضطربانہ انداز میں اس کا بازو پکڑ لیا۔

"سر! آگے نہ جائیے۔"

"کیوں؟" میجر چونک پڑا۔

"یہ خشک میدان نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے یہ دلدل ہے، یقیناً یہاں پہلے کوئی جھیل ہو گی۔ جو اب خشک ہو گئی ہے اور اب دلدل بن گئی ہے، آپ اس سے اٹھتی گندھک کی بو محسوس کر رہے ہوں گے۔"

"اوہ" میجر بے ساختہ رک گیا، بلاشبہ اس شخص کا بیان درست تھا۔ میدان کی سیاہی مائل رنگت اور زمین کے پھٹے پھٹے ٹکڑے اس کی بات کی تائید کرتے تھے۔ میجر ڈوگریس نے میدان میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور پھر وہ بے ساختہ اچھل پڑا۔ دور کافی دور کوئی چیز متحرک نظر آئی تھی۔

"پاڈل" ڈوگریس نے اپنے نوجوان ساتھی کا شانہ دباتے ہوئے کہا، "وہ دیکھو، وہ متحرک شے کیا ہے؟"

"سر! میرا خیال ہے کچھ انسان ہیں جو دلدل میں غرق ہو رہے ہیں۔"
پاڈل نے جواب دیا۔

"واقعی - اوہ ممکن ہے وہ جاپانی فوجی ہوں، تم ذرا دوڑ کر دوربین لے آؤ۔" میجر ڈوگریس نے کہا اور پاؤل بے ساختہ دوڑ گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ دوربین آنکھوں سے لگائے میدان کے اس حصے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں انسانی ہاتھ متحرک نظر آرہے تھے۔

چھ افراد تھے جو تقریباً آدھے بدن تک دلدل میں غرق ہو چکے تھے اور شاید زندگی کی آخری جدوجہد کے طور پر ہاتھ ہلا رہے تھے، کسی انسانی امداد کے خواہاں۔ دوربین کے شیشوں نے ان کی شکلیں بھی واضح کردیں اور انہیں دیکھ کر میجر ڈوگریس بُری طرح چونک پڑا۔ یقیناً یہ فلپائنی باشندے تھے شاید فلپائن کے گوریلے جو اس وقت اتحادیوں کی بھرپور مدد کر رہے تھے۔ جاپانی گوریلا مزاحمت کے جواب میں فلپائنی گوریلوں کی ایک ایک کارروائی قابل قدر تھی۔ چنانچہ اس وقت ان کی مدد نہ کرنا بڑی ہی غیر اخلاقی حرکت ہوگی۔

حالانکہ خود میجر ڈوگریس کی کمپنی مصائب میں مبتلا تھی، لیکن ان گوریلوں کو وہ اپنی زندگی پر کھیل کر بچانا چاہتا تھا، لیکن اتنی دور اور اس دلدل میں نصف سے زیادہ غرق شدہ لوگوں کو بچانے کی کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آتی تھی۔

صرف چند لمحات میجر ڈوگریس نے سوچا اور پھر وہ اپنے کیمپ کی طرف دوڑ پڑا، دوسرے لمحے اس نے چیخ چیخ کر ہدایات دیں اور تقریباً پندرہ افراد کینوس کے خیمے کاندھوں پر اٹھائے درختوں کے سلسلے کے اختتام کی جانب دوڑ پڑے، میجر ڈوگریس ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ پھر اس نے جلدی سے خود بھی جوتے اتارے اور اپنے چند ساتھیوں سے بھی اپنی مدد کے لئے کہا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا تھا، جوتے اتارنے کے بعد ڈوگریس نے ایک خیمہ ہاتھوں میں پکڑا اور اسے اس انداز میں دلدل کی جھیل میں پھینک دیا جس طرح ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے کے لیے جال پھینکتے ہیں اور پھر دوسرا خیمہ اس نے کنارے کے نزدیک دلدل پر ڈال دیا، پھر دو خیمے اپنے نزدیک رکھے اور کچھ ضروری چیزوں کے ساتھ خیمے پر اتر گیا۔ وہ خیمے پر لیٹ گیا تھا اور پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا دوسرے خیمے پر پہنچ گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے تین ساتھیوں نے بھی عمل کیا۔ وہ سمجھ گئے تھے میجر ڈوگریس کیا پروگرام رکھتا ہے۔ سخت دلدل پر پیروں کے بل تو چلا نہیں جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے پاؤں دلدل میں دھنس جاتے لیکن موٹا کینوس چند لیٹے ہوئے لوگوں کا بوجھ تو اٹھا ہی سکتا تھا۔ وہ سب لڑھکتے ہوئے خیمے کے آخری سرے پر پہنچ گئے، تب انہوں نے پچھلا خیمہ دلدل پر سے سمیٹ لیا، اور پھر اسے سامنے اچھال دیا، اور اس کے بعد وہ اس دوسرے خیمے پر پہنچ گئے، پھر اسی انداز میں وہ آگے بڑھتے رہے، جان جوکھوں کا کام تھا۔ درحقیقت بڑی بے جگری کی ضرورت تھی اور کوئی بھی کسی کے لئے اس طرح جان کی بازی نہیں لگاتا، ماسوا ان کے جو اپنی زندگی ہی دوسروں کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ دلدل کہیں راستے میں نرم بھی ہوسکتی تھی۔ اس طرح دوسروں کی مدد کے خواہش مند خود اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے۔ لیکن نہ جانے کونسا جذبہ انسان کو جاں فروشی پر آمادہ کرتا ہے۔

اور جدوجہد کبھی ناکام نہیں رہتی۔ منزل قریب آتی جارہی تھی، دلدل میں ڈوبنے والے بالکل نزدیک آگئے تھے۔ یہاں تک کہ آخری خیمہ ان کے بالکل نزدیک پہنچ گیا، وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھے، دلدل نے انہیں کسی اژدہے کی مانند سینے تک نگل لیا تھا۔ ان لوگوں کو سخت دلدل سے نکالنا بھی مشکل کام تھا۔ لیکن وہ، جو جان کی بازی لگا کر وہاں پہنچے تھے۔ اس آخری کام کو بھی انجام دینے میں کامیاب ہوگئے اور پانچوں انسانوں کو موت کے جبڑوں سے چھین لینے میں کامیاب ہوگئے۔

اسی انداز میں واپسی ہوئی۔ نہ جانے کتنے گھنٹے موت کی کش مکش میں مبتلا رہنے والے نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھے، ان کے حواس معطل تھے، یہاں تک کہ جب انہیں لاکر کنارے پر ڈالا گیا تو انہیں کوئی سدھ نہ رہی۔

یہ پانچوں فلپائنی ہی تھے، نرم نرم خدوخال والے کم سن، انکے چہروں پر ایک عجیب سی جاذبیت تھی۔ انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی، ان میں سے تین ہوش میں آگئے لیکن دو ابھی تک بے ہوش تھے۔

میجر ڈوگریس اس پُرمشقت کام سے تھک گیا تھا۔ چنانچہ وہ زمین پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ کیمپ کے دوسرے لوگ زندگی کے دوسرے معمولات میں مصروف ہوگئے تھے، پھر کھانا کھایا گیا۔ چوتھا فلپائنی بھی ہوش میں آچکا تھا، لیکن پانچویں کی حالت بہتر نہ تھی۔ اسے آرام سے کینوس کے بستر پر لٹا دیا گیا۔

میجر ڈوگریس سنبھلنے کے بعد ان لوگوں کی دل دہی میں مصروف ہوگیا اس نے ان چاروں کی خاطر مدارت کی اور ان سے ان کے مسائل کے بارے میں پوچھنے لگا۔ وہ سب بُری طرح خوفزدہ تھے اور اپنے پانچویں ساتھی کی طرف سے متفکر تھے۔ لیکن میجر ڈوگریس نے اپنی موجودگی میں ان کے ساتھی کی تیمارداری اور علاج کا بندوبست کیا۔ ان کے پاس کچھ دوائیں تھیں جو اس کے علاج کے سلسلہ میں استعمال کی جانے لگیں۔

کافی دیر کے بعد اس کی حالت بہتر ہوئی، ڈاکٹر سیکسن اس کی پوری نگہداشت کر رہا تھا، اسی نے ڈوگریس کو بتایا کہ بے ہوش شخص کی حالت اب نارمل ہے، اور ڈاکٹر کی رپورٹ سے اس کے ساتھی کسی قدر مطمئن ہوگئے۔

"کیا آپ لوگ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گے؟" ڈوگریس نے پوچھا

"ہم ایک فلپائنی گوریلا دستے سے تعلق رکھتے ہیں، ہم نے ایک بہت بڑی جاپانی فوج پر حملہ کیا تھا، اس کے بعد سے جاپانی ہمارے دستے کے تعاقب میں لگ گئے، چونکہ ہم نے انہیں زبردست نقصان پہنچایا تھا۔ اس لئے وہ ہمارے بدترین دشمن بن گئے اور کسی قیمت پر ہمیں نہ چھوڑنے پر تل گئے۔ ہماری تعداد تقریباً ستر تھی، لیکن آہستہ آہستہ ختم ہوتے ہوتے ہم صرف پانچ رہ گئے۔ پچھلی رات بھی ہم نے ایک جاپانی کمپنی کو نقصان پہنچایا، اور جاپانیوں نے ہمارا تعاقب کیا، لیکن ہم دلدل میں آپھنسے اور یہ اتفاق ہی تھا کہ جاپانی اس طرف نہیں آئے ورنہ وہ ہمیں گولیوں کا نشانہ بنا دیتے۔ رات سے ہم دلدل میں غرق ہو رہے تھے، لیکن زندگی تھی جو دلدل اتنی نرم نہیں تھی کہ ہم آسانی سے غرق ہو جاتے، دوسرے آپ لوگ پہنچ گئے۔"

"اوہ میرے دوستو! مجھے تم سے ہمدردی ہے اور میں خوش بھی ہوں کہ میں تمہارے کسی کام آسکا۔ اس کے علاوہ ہماری بھی خوش بختی ہے کہ ہمیں تم مل گئے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمارا تعلق اس دستے سے ہے جو یہاں گوریلا جنگ کی تربیت حاصل کر رہا ہے، لیکن پچھلی رات ہی ہم پر بھی مصیبت ٹوٹ پڑی اور جاپانی گوریلوں نے ہمارے آدھے سے زیادہ افراد ختم کر دیئے۔ بدبختی یہ ہے کہ ہم ان جنگلات میں کسی راستے سے واقف نہیں ہیں اس لئے ہم اتحادی فوجوں کو تلاش بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہم ہر طرح سے آپ کی مدد کے لئے حاضر ہیں، آپ نے جس انداز میں ہماری زندگیاں بچائی ہیں ہم اسے کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔" فلپائنی دستے کے ایک سپاہی نے جواب دیا، ڈوگرلیس نے خوشی سے گردن ہلا دی۔ راستے کے متعلق نہ جاننے کی وجہ سے وہ کسی قدر پریشان تھا لیکن اب اس کی یہ مشکل حل ہو گئی تھی۔ کم از کم اپنے ساتھیوں سے جا ملنے کی جدوجہد تو پوری دلجمعی سے کی جا سکتی تھی۔ باقی رہے دوسرے معاملات تو وہ تو زندگی کے ساتھ تھے۔ قسمت آئندہ جو بھی راہ متعین کر لے۔

اور درحقیقت تقدیر ان کے لئے کچھ دوسرے راستے متعین کر رہی تھی، پورا دن انہوں نے اسی جگہ گذارا، بظاہر یہ محفوظ جگہ تھی، درختوں پر چڑھے لوگ دور دور تک کی نگرانی کر رہے تھے اور انہوں نے بتایا تھا کہ گھنے درختوں کے درمیان کوئی تحریک نہیں ہے، گوریلوں کا پانچواں آدمی ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا، شام کو اسے سخت بخار ہو گیا تھا۔

پھر رات کو میجر ڈوگرلیس نے اپنے خاص لوگوں سے اور فلپائنی سپاہیوں سے مشورہ کیا۔

"کیا خیال ہے، کیا رات کو سفر کیا جائے؟"

"میرا مشورہ ہے کہ تھوڑا بہت راستہ طے کر لیا جائے، ہمارے سامنے کوئی مخصوص کام تو ہے نہیں، آپ لوگوں کو اب امریکی فوجوں سے جا ملنا چاہیئے، ہم بھی اتنی مختصر تعداد میں رہ گئے ہیں کہ کوئی کارروائی نہیں کر سکتے، اس لئے اب یہاں رکنا فضول ہے، دن کی روشنی میں ہم کوئی مناسب قیام گاہ تلاش کریں گے اور راتوں کو سفر کریں۔" ابلکاز نے جواب دیا، یہ ایک فلپائنی سپاہی تھا۔

"مناسب ہے۔" میجر ڈوگرلیس نے ان سے اتفاق کیا اور پھر اس نے روانگی کی تیاریوں کا حکم دیا، خیمے باندھ لئے گئے۔ ایک کینوس کے بستر کو ڈنڈے باندھ کر اسٹریچر کی شکل دے دی گئی جس پر فلپائنی سپاہی کو ڈال دیا گیا۔ اور پھر رات کی تاریکی میں سفر شروع کر دیا گیا۔ رات بھر کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ صبح کی روشنی پھوٹی تو درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور وہ چونے کے پہاڑوں کے ایک درے میں پہنچ گئے۔ چاروں طرف ایک ناگوار بو پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا اور خیمے لگا دیئے، جگہ ایسی منتخب کی گئی تھی کہ جہاں سے دور دور تک نگاہ رکھی جا سکے۔ میجر نے چند افراد کو فوراً پہرے پر مقرر کر دیا اور پھر بقیہ سپاہی دوسری تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ فلپائنی سپاہی ابھی تک بے ہوش تھا، اور ڈاکٹر کا خیال تھا کہ اب اس کی بے ہوشی خطرناک دور میں داخل ہو گئی ہے۔

لیکن کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔ اس وقت بھی آسمان پر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ فضا خوب گرم ہوگئی تھی۔ فوجی زیادہ تر خیموں میں تھے سوائے ان کے جو پہرے پر تھے اور جن کی ڈیوٹی ہر دو گھنٹے کے بعد بدل جاتی تھی۔ میجر ڈوگریس بھی اپنے خیمے میں خاموش بیٹھا تھا۔ اس کی نگاہیں فلپائنی سپاہی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں نہ جانے اس بے چارے کی زندگی کتنی باقی رہ گئی ہے، لیکن اس قدر طویل بیہوشی کی وجہ کیا ہوسکتی ہے، بظاہر اس کے بدن پر زخم وغیرہ بھی نہیں تھا۔ لباس بے داغ تھا سوائے دلدل کے سرمئی پلاسٹر کے جو ان پائنچوں کے لباس پر چڑھ گیا تھا، لیکن لباس کے سلسلہ میں ان کی کوئی مدد نہیں کی جاسکتی تھی۔ کیونکہ دوسرے لباسوں کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ ویسے بھی پلاسٹر سوکھ کر جھڑ جانے والی چیز تھی اور پھر دوران جنگ ان معمولی باتوں کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔

ڈوگریس ٹہل قدمی کرتا ہوا سپاہی کے نزدیک پہنچ گیا۔ فلپائنی باشندے مخصوص خدوخال کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ سپاہی بہت کمسن تھے ان کے چہروں پر رواں بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن اس وقت ڈوگریس کو بے ہوش سپاہی کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی۔ ایک الجھی کیفیت اور وہ اس پر جھک گیا۔

چھوٹی سی پیشانی، مخصوص ساخت کی بند آنکھیں، چھوٹی سی ناک حسین تراش کے دربانے ہونٹ اور شفاف ٹھوڑی، ٹھوڑی سے نیچے شفاف گردن۔ چہرے پر ایسی چکناہٹ اور ملائمت تھی کہ یقین نہیں آتا تھا کہ وہ صنف قوی میں سے ہیں لیکن ــــ وہ صنف قوی میں سے ہیں بھی یا نہیں۔

یہ خیال ڈوگریس کے ذہن میں اس قدر جم گیا کہ وہ حقیقت معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوگیا، چند لمحات کھڑا سوچتا رہا، پھر خیمے کے دروازے پر پہنچا اور باہر جھانکا۔ تمام فوجی یا تو اپنے خیموں میں تھے یا اپنے کاموں میں مصروف تھے، کوئی اس خیمے کے آس پاس موجود نہیں تھا۔ ڈوگریس آگیا اور پھر اس نے بے ہوش فوجی کا سینہ ٹٹولا۔ سینے کے لباس کے نیچے سخت کپڑے تھے، اس لئے اس نے بے ہوش فوجی کے اوپری لباس کو پیٹ پر سے اوپر کھینچ لیا اور پھر تھوڑی سی طاقت سے اسے اوپر تک سرکا لیا۔ اور پھر اس کے بدن میں چیونٹیاں رینگنے لگیں، سفید بیٹ اور اس سے اوپر زنانہ پوشیدہ لباس، جو انتہائی حد تک کسا ہوا تھا۔ غالباً جوانی کی سرکشی کے نشانات کم کرنے کے لئے یہ زبردستی کی گئی تھی ــــ تو اس کا خیال درست نکلا۔ یہ ـ یہ سب لڑکیاں ہیں ــــ یہ سب لڑکیاں ہیں۔ جو ان کی مدد کے لئے نکل آئی ہیں۔ اس کے دل میں ان کی عزت اور محبت اور بڑھ گئی۔ اس نے جلدی سے لڑکی کا لباس برابر کر دیا۔ جس بات کو وہ اتنی شدت سے چھپانے پر آمادہ ہیں اسے دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہئے، اور پھر دوسرے طور پر بھی یہ انکشاف مناسب نہیں ہوگا۔ نہیں کہا جاسکتا جنگلوں میں بھٹکنے والوں کو کتنا وقت ان جنگلوں میں گزارنا پڑے، اور پھر جنگ سے بیزار لوگ ذہنی تفریح حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو جائیں گے، ان میں آپس میں اختلاف پیدا ہو جائیں گے اور وہ بھول جائیں گے کہ یہ کون ہیں۔ خاصی مشکل صورتحال پیدا ہو جائے گی، اس لئے ـ اس لئے ــــ وہ ایک گہری سانس لے کر لڑکی کے نزدیک سے ہٹ گیا۔ اور پھر اس نے فوری طور پر کچھ فیصلے کئے۔ فلپائنی گوریلوں کو علیحدہ دو خیمے فراہم کر دیئے جائیں تاکہ یہ راز راز رہ سکے اور ان لوگوں کو بھی یہ وقت گذارنے میں مشکلات نہ پیش آئیں۔

سورج ڈھلنے لگا اور اس وقت گھڑیوں میں پانچ بجے تھے، جب فلپائنی لڑکی کو ہوش آگیا۔ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ایک آواز نے ڈوگریس کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ ڈوگریس اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے نہایت نرمی سے پوچھا۔

" کیسی طبیعت ہے تمہاری ؟"

لڑکی خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے، پھر وہ بمشکل بولی۔

" کیا ـ کیا تمہارا تعلق اتحادی فوجوں سے ہے، تمہارے بدن پر امریکی فوجیوں کی وردی ہے ؟"

" ہاں، میں امریکی ہوں، اور میرا نام ڈوگریس ہے ؟"

" اوہ ـ لیکن میرے ساتھ ــ تم نے ــ اوہ ــ میں ..." وہ گھبرائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی اور پھر چونک کر بولی :" لیکن ہم تو ــ ہم تو دلدل میں پھنس گئے تھے ؟"

" ہاں۔ تمہیں بچا لیا گیا ؟"

" لیکن ـ میری ـ میرے ساتھی ... ؟"

" تمہارے تمام ساتھی بھی بچا لئے گئے ہیں ؟"

" اوہ۔ شکریہ ؟" لڑکی کے چہرے پر کسی قدر سکون کے آثار نظر آئے، ڈوگریس نے اندازہ لگا لیا تھا لڑکی بے اختیار میری ساتھی کہنا چاہتی تھی، لیکن پھر اس نے میری کو میرے میں تبدیل کر دیا تھا اور ڈوگریس نے بھی مسکرا کر اس کے اس جھوٹ کو تسلیم کر لیا تھا۔

" میں اپنے ساتھیوں سے ملنا چاہتا ہوں ؟" وہ بولی۔

" ہاں۔ میں ابھی انہیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں ؟" ڈوگریس نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گیا۔ پھر اس نے چاروں فلپائنی لڑکیوں کو اس کی ساتھی کے پاس بھیج دیا اور سورج ڈھلے جب وہ دوبارہ خیمے میں آیا تو پانچوں لڑکیاں مطمئن اور مسرور تھیں۔ پانچویں لڑکی نے بھی بڑے پرخلوص انداز میں دوبارہ اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

" اوہ۔ مسٹر ڈوگریس، آپ نے جس انداز میں ہماری زندگیاں بچائی ہیں ہم اس کے لئے بے حد شکر گذار ہیں ؟"

" یہ تو ہمارا فرض تھا، آپ لوگ بھی تو ہمارے لئے سرفروشی کر رہے ہیں ؟"

لڑکی مسکرا کر رہ گئی، لیکن اس کے چہرے سے بدستور نقاہت عیاں تھی۔

اسی رات کو جب ڈوگریس نے سفر کا پروگرام طے کیا تو لڑکی کے لئے اسٹریچر کا ہی

انتخاب کیا، حالانکہ اس نے اسٹریچر پر سفر کرنے سے منع کیا تھا، لیکن ڈوگریس نے اصرار کر کے اسے اسٹریچر پر ہی رہنے دیا اور پھر طویل سفر کے دوران وہ برابر لڑکی کی خبر گیری کرتا رہا۔

امریکی فوجی عام طور سے عورتوں کے معاملے میں اس قدر مخلص نہیں ہوتے۔ وہ تو شکار دیکھو، مارو اور کھاؤ کے قائل ہوتے ہیں۔ لیکن ڈوگریس کے بدن میں یا تو امریکی خون ہی نہیں تھا یا پھر وہ ضرورت سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔ اپنے دل میں وہ لڑکی کے لئے عجیب سے جذبات پا رہا تھا حالانکہ لڑکی اس بات سے مطمئن تھی کہ ڈوگریس اسے صرف کم سن نوجوان سمجھتا ہے۔

رات کا سفر جاری رہا اور نہ جانے وہ کتنی دور نکل آئے۔ فلپائنی لڑکیاں انہیں راستہ بتا رہی تھیں، لیکن بدبختی ان کے ساتھ چل رہی تھی صبح کی روشنی پھوٹنے میں تھوڑی ہی دیر باقی تھی کہ اچانک گولیاں برسنے لگیں۔ ان کے چاروں طرف گولیوں کا حصار قائم ہو گیا، اور پھر چاروں طرف سے جاپانی آپڑے، انہیں بری طرح گھیر لیا گیا تھا۔ میجر ڈوگریس کے لئے اب ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ اس وقت جنگ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ انجانی جگہ تھی اور پھر ان کی تعداد بھی جاپانیوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھی۔ چنانچہ ڈوگریس کے حکم سے ہتھیار ڈال دیئے گئے اور جاپانیوں نے ان سب کو قیدی بنا لیا، اور اس کے بعد کا سفر صعوبتوں کا سفر تھا، جاپانی انہیں لئے ہوئے تبان پہنچ گئے، جہاں دوسرے امریکی قیدیوں کا کیمپ بنا ہوا تھا۔

اور اس کیمپ کا نگراں کیپٹن ادمارا تھا۔ ایک انتہائی سنگدل انسان دہشت و بربریت کا پیکر، اس نے امریکی قیدیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ نئے گرفتار شدہ قیدیوں کو بھی اسی کیمپ میں دھکیل دیا گیا، انکے ساتھ فلپائنی گوریلے بھی تھے جن پر جاپانیوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ کیپٹن ادمارا کے حکم سے نئے آنے والے قیدیوں کے لئے کیمپ کا مشرقی حصہ مختص کر دیا گیا اور میجر ڈوگریس اپنے ساتھیوں کو تحمل سے کام لینے کا سبق دینے لگا۔ حالات ایک دم بگڑ چکے تھے۔ کیپٹن ادمارا کے انداز سے احساس ہوتا تھا کہ وہ خالص دشمنوں کا سا سلوک کرے گا۔

یہ لوگ صبح سے گرفتار ہوئے تھے اور اب سورج ڈھلان پر آچکا تھا لیکن ابھی تک انہیں پانی کے لئے بھی نہیں پوچھا گیا تھا، خوراک تو درکنار، سر پر کھلا آسمان تھا اور دھوپ کی شدت جلد چٹخا رہی تھی۔

میجر ڈوگریس حالات کا بغور جائزہ لے رہا تھا اور اس سلسلے میں خاصا پریشان تھا، پھر شام ہو گئی۔ بھوکے پیاسے قیدی نقاہت محسوس کر رہے تھے، لیکن سب خاموش تھے۔ کہہ بھی کیا سکتے تھے، کر بھی کیا سکتے تھے کیپٹن ادمارا سفاک درندہ قیدیوں کی طرف سے بالکل لاپرواہ تھا۔ وہ ان پر مظالم تو کر سکتا تھا لیکن خوراک نہیں دے سکتا تھا اور حالات آئندہ نہ جانے کونسا رخ اختیار کریں۔ بہرصورت دوسرے قیدیوں کی طرح وہ بھی رات کے سناٹے میں جاگتے رہے۔ نیند کسے آتی۔ پورا دن بھوک اور پیاس میں گذر گیا تھا۔ حیرت ان دوسرے قیدیوں پر تھی جو پہلے سے یہاں موجود تھے، ان میں کوئی عورت نہیں تھی، لیکن وہ کسی حد تک مطمئن تھے۔
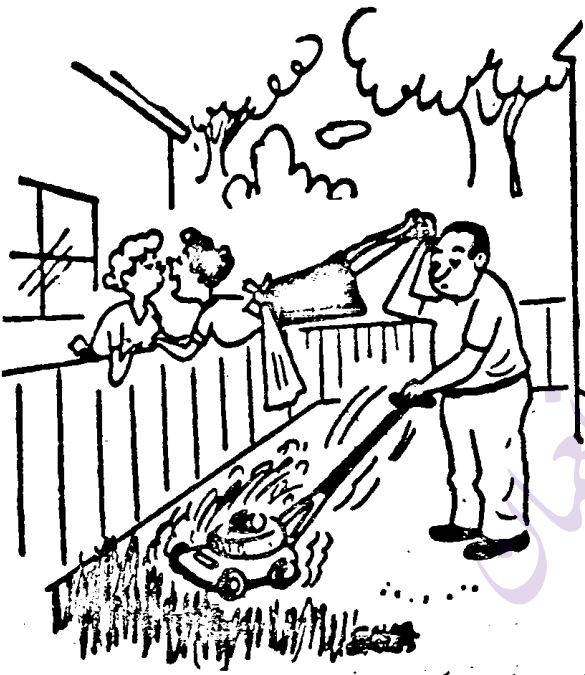
وہ لڑکی جو بیمار تھی، سارکس کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ دوسرے قیدیوں کی مانند ان کے انداز میں بھی ایک صبر کی سی کیفیت جھلکتی تھی چونکہ وہ بھی مرد سپاہیوں کی حیثیت سے ڈوگریس کے ساتھ تھیں، اس لئے سارکس اس کے بالکل قریب زمین پر لیٹی ہوئی تھی۔

"مسٹر ڈوگریس!" رات کے نہ جانے کونسے پہر اس نے ڈوگریس کو پکارا۔

"اوہ۔ سارکس تم نہیں — سوئے؟" ڈوگریس اسے سوئے کی جگہ سوئی کہنے والا تھا، لیکن ان کا بھرم توڑنے سے کیا فائدہ؟ اگر وہ خود کو مرد ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہیں تو یہی ٹھیک ہے۔

"ہاں، نیند نہیں آرہی۔"

"کیوں؟"

"بس یونہی پریشان کن خیالات ذہن میں آرہے ہیں۔"

"ہم فوجی ہیں سارکس، جس وقت ہم اپنا وطن اپنی زمین چھوڑتے ہیں تو سوچ لیتے ہیں کہ ہمیں صرف مصائب میں زندگی گذارنی ہے، ہمیں حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے، میرا خیال ہے تم بھوکے ہو۔"

"ہاں، پیاسا بھی ہوں۔ بلکہ پیاس زیادہ شدید ہے۔"

"یقیناً۔ لیکن ہمیں دوسرے قیدیوں کو بھی دیکھنا چاہیئے جو نہ جانے کب سے کیپٹن ادمارا کی قید میں ہیں۔ ان بے چاروں کے ساتھ نہ جانے کب سے یہ سلوک ہو رہا ہوگا۔"

"ہاں۔ لیکن اب ہوگا کیا؟" سارکس نے پوچھا۔

"جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا، تم سونے کی کوشش کرو۔"

"اچھا۔" اس نے معصومیت سے کہا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

رات یونہی گذر گئی اور دوسری صبح کیپٹن ادمارا نے اعلان کیا کہ

قیدیوں کو تبان سے بننگا لے جایا جائے گا اور وہاں سے مزل کیمپ جو امریکی قیدیوں کا سب سے بڑا کیمپ تھا۔

قیدیوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی جبکہ نگران دستے ان سے کم تھے۔ جاپانیوں کا خیال تھا کہ قیدیوں کو نہ تو پیٹ بھر کھانا دیا جائے اور نہ حسبِ خواہش پانی، تاکہ وہ کمزور اور لاغر رہیں اور فوجیوں سے بغاوت نہ کر سکیں۔ پہلے سے جو قیدی موجود تھے، ان کی حالت پہلے ہی خراب کر دی گئی تھی۔ دن کی روشنی میں جب قیدی قافلے کی شکل میں چلے تو میجر ڈڈگرس نے انہیں دیکھا، مدقوق چہرے، آنکھوں سے ویرانی ٹپکتی تھی، ہونٹ خشک تھے اور پھر جاپانی قیدیوں کے مظالم گھسٹتے ہوئے قیدی بھوکے سفر کر رہے تھے، بہت سے ایسے تھے جو چلتے چلتے گر پڑتے تھے، لیکن ادمارا کے مددگار کوڑے مار مار کر انہیں پھر کھڑا کر دیتے تھے، اور قیدی زندگی کے بوجھ کو گھسیٹنے لگ جاتے۔ جاپانی سپاہی امریکی قیدیوں کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کر رہے تھے کیپٹن ادمارا نے ڈبل مارچ کا حکم دیا، تاکہ تھکے ہوئے بھوکے پیاسے قیدی اور تھک جائیں اور کسی کام کے نہ رہیں۔ اس نے قیدیوں کو حکم دے دیا تھا کہ اگر کسی کی رفتار سست ہوئی تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا، اور بدبخت ادمارا اپنی اس بات پر عمل کرنے پر قادر تھا۔ چنانچہ ایک بوڑھے اور لاغر قیدی کے پاؤں جواب دے گئے تو وہ چلتے چلتے گر پڑا، کیپٹن ادمارا نے اپنی بیلٹ میں لگا ہوا پستول نکال کر آرام سے اس کی پیشانی کو نشانہ بنایا اور بدنصیب بوڑھے کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی۔ اس نے دو چار ہاتھ پاؤں مارے اور پھر سرد ہو گیا۔

تمام سپاہی چلتے چلتے رک گئے، میجر والٹر نے ادمارا سے گفتگو کرنے کی اجازت مانگی اور ادمارا نے اسے اپنے سامنے طلب کر لیا۔ بوڑھے میجر کے چہرے پر بے پناہ سکون تھا۔ وہ ادمارا کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے، تم لوگ رک کیوں گئے؟" ادمارا نے پوچھا

"میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں؟"

"چند الفاظ میں کہو، ہمیں ساٹھ میل کا سفر طے کرنا ہے۔"

"ڈبل مارچ کی کیا ضرورت ہے، ہم اطمینان سے بھی جا سکتے ہیں؟" میجر والٹر نے کہا۔

"کس بات کی ضرورت ہے اور کس بات کی نہیں، یہ میں جانتا ہوں۔"

"لیکن میرے ساتھیوں کی حالت درست نہیں ہے، وہ تین دن سے بھوکے اور پیاسے ہیں۔"

"تب انہیں مر جانا چاہیے بس جاؤ۔ اور سنو، اگر کسی نے ڈبل مارچ کا ساتھ نہیں دیا، کسی نے ذرا سی بھی قانون شکنی کی تو اسے اسی وقت قتل کر دیا جائے گا۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم کسی کی تیمارداری کریں۔ جاؤ۔" ادمارا نے سنگدلی سے کہا اور میجر والٹر واپس اپنے ساتھیوں میں آ گیا۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سنگدل ادمارا سے انسانیت کی بھیک مانگنا فضول ہے۔ میجر ڈڈگرس نے بھی یہ گفتگو سن لی تھی اور اندازہ لگا لیا تھا کہ خود اس کے ساتھیوں کو بھی اسی صورتحال سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پہلے سے موجود قیدیوں کی حالت اس کے ساتھیوں سے کہیں زیادہ خراب تھی، وہ خود بھی پیاسا تھا اور اس کے ساتھی بھی۔ لیکن انہیں جو قیدی یہاں پر نظر آئے تھے ان کی حالت سے ڈھارس مل رہی تھی۔ ان لوگوں کے چہرے چمڑے کی طرح خشک ہو گئے تھے۔ فاقوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ لباس تار تار تھے اور جسموں پر میل جما ہوا تھا۔ جاپانیوں کا محافظ دستہ کسی بھی انسان کی سست روی پر اسے ٹھوکریں مارتا اور گھسیٹ کر آگے بڑھا دیتا، لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلتی اور وہ خاموشی سے ڈبل مارچ میں شامل ہو جاتا۔

اتفاق کی بات تھی کہ میجر ادمارا ڈبل مارچ میں ڈڈگرس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ چنانچہ ڈڈگرس اس کی ساری حرکتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک جاپانی سپاہی ایک امریکی افسر کو دھکے دیتا ہوا میجر ادمارا کے سامنے لایا اور اس کے قریب لا کر افسر کے ایک زوردار لات رسید کر دی۔

"کیا بات ہے؟" ادمارا نے بدستور کرخت لہجے میں پوچھا۔

"سر! میں اور میرے ساتھی تین روز سے بھوکے اور پیاسے ہیں، ہم خوراک نہیں مانگتے لیکن پیاس ناقابل برداشت ہے، ہمیں تھوڑا سا پانی دے دیا جائے۔"

"اوہ۔" ادمارا پُرتحقیر انداز میں ہنس پڑا۔ "یہ تو تمہیں پہلے سوچنا چاہئے تھا کہ تم جاپانیوں سے مقابلہ کر رہے ہو، اب جنگ کرنے آئے ہو تو بھگتو۔"

"لیکن ہمارے پانی کے ذرائع تمہارے آدمیوں نے تباہ کر دیئے ہیں۔ ہماری زبانیں خشک ہیں، یہ دیکھو۔" امریکی افسر نے اپنا منہ کھول دیا، اس کی زبان خشک ہو رہی تھی اور پیاس کی شدت سے تالو سے چپکی جا رہی تھی۔

ادمارا پھر ہنس پڑا۔ "ہمیں ابھی تم لوگوں سے لڑنا ہے، ہم کو بھی پانی کی ضرورت پڑے گی، اس لئے تمہیں پانی نہیں دیا جا سکتا۔" اس نے جواب دیا۔ اور امریکی افسر نے یاس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تب ہمیں تھوڑی دیر دم لینے کی اجازت دی جائے، ہمارے پاؤں اس قابل نہیں رہے ہیں۔" امریکی افسر نے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا جن پر آبلے پڑے ہوئے تھے۔

"کسی بھی سپاہی نے اگر رکنے کی کوشش کی تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا، سمجھے۔"

"لیکن سر۔۔۔" امریکی افسر نے کچھ اور کہنا چاہا لیکن کیپٹن ادمارا نے اس کے پیٹ پر ایک زوردار لات رسید کر دی۔ امریکی افسر شدت تکلیف سے پیٹ پر دونوں ہاتھ رکھ کر زمین پر اوندھا گر گیا۔ ایک سپاہی نے اس کی پشت میں سنگین گھونپنے کی کوشش کی ہی تھی کہ میجر ڈڈگرس اور اس کے ایک ساتھی نے لپک کر امریکی افسر کو اٹھا لیا۔ دونوں آدمی اس کے بازوؤں میں ہاتھ ڈال کر اسے ڈبل مارچ اسٹائل میں گھسیٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ اور ادمارا کریہہ انداز

میں ہنس پڑا۔

" ٹھیک ہے، یہ ٹھیک ہے۔ اگر کوئی نیچے گرا تو اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی جائے گی، بلکہ سنگینوں سے اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ چلو اور چلتے رہو۔" اور مجبور و بے کس قیدی چلنے لگے۔

ڈوگرگس بخوبی اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ سفر موت کا سفر ہے، اسے اپنی تو زیادہ پرواہ نہیں تھی لیکن اپنی ساتھی لڑکیوں کے بارے میں بڑے افسوس سے سوچ رہا تھا کہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ لڑکیاں مفت میں ان کے ساتھ آپھنسی تھیں۔ سارکس کی حالت بدستور خراب تھی۔ اسے بھی اس ڈیل مارچ کا ساتھ دینا پڑ رہا تھا۔ شام کو تقریباً سات بجے جب جاپانی سپاہی خود بھی تھک گئے تو انہوں نے بھوری پہاڑیوں کے دامن میں قیدیوں کا پہلا کیمپ لگایا۔ فوری طور پر لکڑیوں کے پول کھڑے کر کے ان پر خاردار تاروں کی باڑھ باندھ دی اور قیدیوں کو مویشیوں کی مانند اس میں ہانک دیا۔

قیدیوں کی ٹکڑیاں مختلف حصوں میں بٹ کر بیٹھ گئیں۔ محبّت اور اخوت کا ایک خوبصورت مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ سب اپنی اپنی تکالیف اپنے اپنے زخم بھول کر ایک دوسرے کی تیمارداری میں مصروف ہو گئے، اور ایک دوسرے کے زخموں کا علاج کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

کیپٹن اومارا کو ان کی زندگی سے تو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن شاید کوئی ایسا حکم بھی موجود تھا جس کی رو سے اسے زیادہ سے زیادہ قیدیوں کو زندہ دونل لے جانا تھا، اس لئے سورج چھپتے کہیں کہیں آگ روشن ہوئی اور قیدیوں کے ایک گروہ کو خوراک فراہم کی گئی۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ صرف ایک گروہ کو خوراک کیوں فراہم کی گئی جب کہ دوسرے بھی تباہ حال تھے۔ پانی کے بھی چند گھونٹ تقسیم کئے گئے۔ امریکی افسر یہ کوٹہ حاصل کرنے کے بعد دوسری ٹکڑیوں کا جائزہ لینے لگے تاکہ جہاں جس کی حالت خراب پائیں، اس کی مدد کی جا سکے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صرف ان قیدیوں کو خوراک دی گئی ہے جو سب سے پہلے کے بھوکے ہیں، اور ان بھوکے لوگوں کا وقت چار دن تھا۔

میجر ڈوگرگس اور اس کے ساتھی سب سے جونیئر تھے، چنانچہ ان کی حالت زیادہ خراب نہیں تھی۔ خود میجر ڈوگرگس کی ہمت نہ پڑی کہ وہ کسی سے چند گھونٹ پانی طلب کرلے۔ چنانچہ وہ رات بھی انہیں اسی طرح گذارنی پڑی تھی۔

رات کے آخری پہر سارکس کی حالت پھر بگڑ گئی، اس پر غشی طاری ہو گئی تھی لیکن وہ لوگ اس کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ ڈوگرگس کو دوسری صبح کا خوف تھا، جب انہیں پھر سے مارچ شروع کر دینا تھا۔

ڈوگرگس کے ساتھی اونگھ رہے تھے، کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ سب کے سب اپنی اپنی مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ ڈوگرگس نے سارکس کی طرف دیکھا۔ تاروں کی چھاؤں میں ملیح چہرہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ بیمار بیمار سا، ہونٹوں پر خشکی جمی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی چھوٹی سی سرخ زبان باہر نکل آتی تھی اور سوکھے ہونٹوں کو تر کرنے کی ناکام کوشش کر کے واپس چلی جاتی لیکن زبان تو خود خشک تھی وہ ہونٹوں کی کیا مدد کرتی۔

میجر ڈوگرگس نے بے چین نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ پانی کہیں نہیں تھا، اس لڑکی کے لئے اس کا دل تڑپ رہا تھا، پانی کہاں سے فراہم کیا جائے۔ بڑی مشکل پیش آگئی تھی، کاش وہ کسی سے چند قطرے پانی طلب کر لیتا۔ لیکن اب وہ اس کے لئے پانی کہاں سے فراہم کرے۔

" پانی — پا — نی۔" سارکس کے ہونٹوں سے کمزور آواز نکلی اور ڈوگرگس مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ اس کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔ کہاں سے لائے پانی، لیکن بے بسی کے علاوہ اور کیا ملتا۔

وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور اس نے سارکس کا سر اٹھا کر اپنے زانوں پر رکھ دیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ سارے تکلفات بالائے طاق رکھ کر سارکس کو اس کی اصل حالت میں لے آئے، لیکن یہ بھی اس کے لئے نقصان دہ ہوتا۔

بڑی بے بسی سے رات گذری، صبح کو خود بخود اس کی حالت بہتر ہو گئی۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے ڈوگرگس کی جانب دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

" اوہ مسٹر ڈوگرگس، میرا خیال ہے آپ میرے لئے کافی پریشان ہیں۔"

" نہیں سارکس، میں سب ہی کے لئے پریشان ہوں، جو حالات تم دیکھ رہے ہو ان کے تحت یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم زندگی کے بھیانک ترین دور سے گذر رہے ہیں، آئندہ حالات سخت سے سخت ہوتے جائیں گے، میں تمہارے لئے فکرمند ہوں۔"

" نہیں مسٹر ڈوگرگس، اب میں اتنا کمزور بھی نہیں ہوں، بس موسمی اثرات مجھ پر حاوی ہیں، ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

" ہاں، یقیناً۔" ڈوگرگس نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

قیدیوں کو زیادہ آرام کی مہلت نہیں دی گئی، اور دونل کیمپ کا سفر دوبارہ شروع کر دیا گیا۔ وہی مصائب، وہی آلام، تپتا سورج، بنجر زمین پیاس کی شدت، بھوک کا احساس، پیروں کے آبلے، شام کی ٹھنڈک اور بھوری بیکراں وسعتوں میں مصائب کے شکار لوگوں کا ہجوم۔ اس رات قیدیوں کی دوسری ٹکڑی کو خوراک دی گئی۔ کمبخت اومارا نے راستے میں بھی کئی بھوکے پیاسے قیدیوں کو قتل کرا دیا تھا، لیکن آج سارکس کی حالت زیادہ خراب نہیں تھی۔ وہ دوسرے لوگوں کی مانند نظر آ رہی تھی۔ اس کی اس حالت سے میجر ڈوگرگس کسی حد تک مطمئن تھا۔

ویسے ان دنوں وہ خود کو کافی احمق سمجھ رہا تھا، اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سچ مچ اس فلپائنی لڑکی سے بہت متاثر ہو گیا ہے، حالانکہ وہ فوجی تھا زندگی کے نشیب و فراز ہی اس کا مقدر تھے، گولیوں کی سنسناہٹ اور آگ کی سرخ زبان ہی اس کی زندگی کا مقصد تھے، اس بے آب و گیاہ زندگی میں حسن و عشق کی چاشنی کا وجود نہیں تھا، لیکن یہ نرم نرم سے نقوش اس کے سخت دل پر نشان ڈال گئے تھے، اور اب انجام نہ جانے کیا ہو۔

رات ویسی ہی بھیانک تھی، سارکس کمزور آواز میں حتی الامکان اس سے گفتگو کرتی رہی اور پھر ہونٹ ایک دوسرے سے چپک گئے۔ پیاس کی شدت نے قوتِ گویائی ختم کر دی تھی، اس نے بے بسی سے ہاتھ پاؤں پھیلائے اور پھر ڈوگریس کی گود میں سر رکھ دیا، یہ اعتراف تھا اپنی نسوانیت کا جیسے اس نے خود کو چھپانے کی کوشش میں ہار مان لی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بمشکل تمام ڈوگریس کو دیکھا اور پھر جیسے ساری قوت مجتمع کر کے بالکل باریک آواز میں بولی۔

" میجر اب میں اپنی ساری قوت کھو چکا ہوں، میں — میں اب "....

اس نے زبان باہر نکال دی اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

ڈوگریس پر دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی۔ سارکس اس کے سامنے بے بسی سے دم توڑ دیتی تو پھر اس کی زندگی بھی بے معنی ہے، لیکن کیا کرے۔ اور پھر ایک ہی ترکیب اس کے ذہن میں آئی۔ اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں ہتھیار ڈالنے کے بعد ان سے ایک ایک چیز لے لی گئی تھی۔ لیکن ڈوگریس کی اندرونی جیب میں وہ نیل کٹر موجود تھا جس میں ایک چھوٹا سا چاقو بھی پھنسا ہوا تھا۔

آہ — کاش پہلے ہی یہ ترکیب سمجھ میں آجاتی، نیل کٹر نکال کر اس نے اس کا چھوٹا سا چاقو کھولا اور پھر اطمینان سے اسے اپنے بازو میں اتار لیا چاقو باہر نکالنے سے خون کی ایک پتلی سی دھار بہہ نکلی۔ اس نے بازو سارکس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ ڈوگریس کے خون کی نمی پاتے ہی سارکس نے ہونٹ کھول دیئے اور آنکھیں بند کئے کئے خون کے قطروں کو چوسنے لگی۔

ڈوگریس کو خوشی تھی کہ اس کے بدن کی توانائی اس کی محبوب سارکس کے لئے زندگی بخش ثابت ہوگی۔ بلاشبہ اس کے خون کا ایک ایک قطرہ سارکس کی تشنگی بجھانے کے کام آجائے تو زندگی کا اس سے بڑا مقصد اور کیا ہو سکتا ہے۔ محبوب کے لئے زندگی لٹانے میں جو مزہ ہے اسے دل والے ہی جانتے ہیں۔ اس نے اپنے لہو سے سارکس کی پیاس بجھا دی، اور سارکس کے چہرے کی رونق صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ اس کی سانسوں میں یکسانیت آگئی تھی۔ اس نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں اور خالی خالی نگاہوں سے ڈوگریس کو دیکھنے لگی۔ ڈوگریس کے توانا بدن سے اب بھی خون رس رہا تھا، اب اس خون کو روکنے کی ضرورت تھی، اس کا ایک ایک قطرہ اس کے لئے اہم تھا کیونکہ اس نے اب محبوب کی زندگی کا راز پا لیا تھا۔ اس کے بدن کا پانی سارکس کی زندگی کے کام آسکتا تھا۔

اور پھر سارکس کے حواس واپس آگئے، اس نے ڈوگریس کی گود میں سر رکھے رکھے اسے پکارا:

" میجر!"

" کیسے ہو سارکس؟"

" ٹھیک ہوں، شاید مجھے چکر آگیا تھا۔"

" شاید!" ڈوگریس نے مختصراً کہا۔

" لیکن "....

" ہاں کہو۔" ڈوگریس نے پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

" مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔"

" یعنی ...؟"

" مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی۔"

" ہوں۔ پھر؟"

" اب نہیں لگ رہی۔"

" یہ تو اچھی بات ہے۔" ڈوگریس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اس کے علاوہ مجھے اپنے بدن میں بھی توانائی محسوس ہو رہی ہے۔"

" خوب۔" میجر بدستور مسکرا رہا تھا۔

" لیکن آخر کیوں؟"

" یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو دوست، بلکہ مجھے بھی بتاؤ تاکہ میں بھی تمہاری ترکیب سے استفادہ حاصل کر سکوں۔"

" میں کیا بتاؤں، میرے منہ کا ذائقہ بھی بدلا بدلا سا ہے، نہ جانے کیوں — نہ جانے کیوں۔"

" بس اب سونے کی کوشش کرو، تاکہ کل صبح کے سفر کے لئے تیار ہو سکو۔" ڈوگریس نے کہا۔ اور سارکس نے سعادتمندی سے گردن ہلا دی، اور پھر وہ ڈوگریس کی گود سے سر ہٹا کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ ڈوگریس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی طرح اس کی گود میں سر رکھے سوتی رہے، لیکن یہ بات وہ سارکس سے کہہ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس نے خود بھی زمین پر سر رکھ دیا اور اچانک اسے بڑی زور کا چکر آگیا۔ خون کی اچھی خاصی مقدار نکل گئی تھی اور پھر بھوک پیاس۔ وہ خود بھی کافی کمزور ہو گیا تھا۔ اس نے پوری قوت سے آنکھیں بھینچ لیں اور اس کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

ہر گزرنے والا دن پہلے دن سے زیادہ سخت ہوتا تھا۔ قیدیوں کی حالت زیادہ سے زیادہ خراب ہوتی جا رہی تھی اور ان کے افسروں کو اس بات کا پورا پورا احساس تھا۔ چنانچہ دوسری صبح تین میجر ایک جگہ یکجا ہو گئے۔ وہ تینوں اس انداز میں جمع ہوئے تھے کہ جاپانیوں کو احساس نہ ہو سکے، میجر ڈوگریس بھی ان میں شامل تھا۔ انہوں نے مختصر الفاظ میں ایک دوسرے سے اپنا تعارف کرایا، اور پھر میجر والٹر کہنے لگا۔

" ہمارے سپاہی موت کے بالکل نزدیک پہنچ چکے ہیں دوستو! تمہیں بھی اس کا احساس ہو گا۔"

" یقیناً۔"

" کیا ہمیں اسی کسمپرسی سے جان دے دینا چاہیے؟"

" لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟"

" کچھ کرنا ہی ہو گا۔"

" مثلاً؟" میجر فلیکس نے پوچھا

" کیپٹن اعلا جس قدر سنگدل انسان ہے، اسے دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ دوران سفر ہی وہ ہمارے آدھے آدمیوں کو ختم کر دے گا۔ باقی لوگ بھی دو دن پہنچتے پہنچتے مر جائیں گے۔"

"ہاں، یہی احساس ہوتا ہے"

"تب پھر کیوں نہ ہم زندگی کے لئے جدّوجہد کریں"

"لیکن کیسے میجر؟"

"میں وہی بتانا چاہتا ہوں، محافظ دستے کی تعداد بہر حال ہماری تعداد سے بہت کم ہے، اگر ہم چالاکی سے کام لیں"

"لیکن پروگرام کیا ہے؟"

"بس جس وقت ڈبل مارچ کے لئے ہماری لائن بنائی جائے تو ہمیں ایسے لوگوں کو کنارے پر رکھنا چاہیئے جو دوسروں سے مضبوط اور بہتر کارکردگی کے مالک ہوں۔ محافظ دستے کے لوگ ہمارے ساتھ ساتھ دونوں طرف پھیلے ہوتے ہیں۔ ہمیں بیک وقت ان پر حملہ کرکے ان کے ہتھیار چھین لینا چاہئیں اور پھر جس قدر جلد ممکن ہو ان کا صفایا کر دیا جائے"

"اوہ۔ ترکیب عمدہ ہے، لیکن اس کے اہم پہلوؤں پر غور کر لینا چاہیئے"

"مثلاً؟"

"ہمارے تمام آدمی قریب المرگ ہیں، کیا ان میں اتنی سکت ہے کہ وہ بغاوت میں حصّہ لے سکیں؟"

"بے شک نہیں ہے، لیکن ان میں سے سب جانتے ہیں کہ انہیں ڈبل مارچ میں حصّہ لینا ہے اور اگر انہوں نے کیپٹن ادمارا کے احکامات کی خلاف ورزی کی تو انہیں قتل کر دیا جائے گا، کیا وہ زندگی کے لئے آخری جدّوجہد نہیں کریں گے؟"

"میرا خیال ہے بہت سے لوگ تیار ہو جائیں گے"

"لیکن ہمارے پاس وقت بہت کم ہے، ہمیں صرف چند لمحات میں اس پوری اسکیم پر عمل درآمد کے لئے تیاریاں کر لینی ہیں۔ میرا خیال ہے یہ اسکیم نہایت ضروری ہے، اگر ہم نے یہ نہ کیا تو شاید دوسرے کیمپ تک ایک بھی قیدی زندہ نہ پہنچے، ہم اس لئے ہمت کر سکتے ہیں کہ ہمارے محافظوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے، ہمیں یہ بھی علم ہے کہ اس بغاوت میں ہم میں سے بہت سے مارے جائیں گے، لیکن اگر کامیاب ہو گئے تو زندہ بچنے والوں کی زندگی ہمارے کام آ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ کیپٹن ادمارا ہمارے ساتھ جو سلوک کر رہا ہے، اس کی وجہ پر شاید آپ لوگوں نے توجّہ نہیں دی"

"کیا مطلب میجر؟"

"میرا دعویٰ ہے میجر، کہ کیپٹن ادمارا کو اپنے سپاہیوں کی تعداد میں کمی کا پورا پورا احساس ہے، وہ جانتا ہے کہ اگر قیدیوں نے بغاوت کر دی تو انہیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، اس لئے انہیں زیادہ سے زیادہ مصائب میں گرفتار کر کے اس قدر لاغر کر دینا چاہتا ہے کہ وہ کسی قسم کی بغاوت کے قابل ہی نہ رہ سکیں"

"بالکل ٹھیک، میں آپ سے متفق ہوں"

"بس تو پھر فوری کارروائی شروع کر دیں، میرا خیال ہے جاپانی روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہو چکے ہیں اور وقت بہت ہی کم ہے"

تینوں منتشر ہو گئے، میجر ڈگریس نے اپنی ٹکڑی کے سپاہیوں کا جائزہ لیا اور نگاہوں ہی نگاہوں میں انتخاب کر لیا کہ کن لوگوں کو اس کام پر مامور کرنا ہوگا اور پھر اس نے انتہائی خفیہ انداز میں ان لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا، اس نے نہایت ہی ہوشیاری سے اپنا مافی الضمیر سمجھایا اور جتنے لوگوں کا اس نے انتخاب کیا تھا، ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے اس تجویز کی مخالفت کی ہو۔

دوسرے دونوں میجر بھی اپنے کام میں مصروف تھے، جس کا اندازہ میجر ڈگریس بخوبی لگا رہا تھا اور جب معمول کے مطابق ڈبل مارچ کے لئے ترتیب ہوئی تو مضبوط تر لوگ قیدیوں کے دونوں بازوؤں پر تھے اور یہ سب ذہنی طور پر آخری فیصلے کے لئے تیار تھے۔

اپنے اپنے دستے کی نگرانی کے لئے تینوں میجر پوری طرح ہوشیار تھے، وہ ایک مخصوص فاصلے تک پہنچ کر کام شروع کرنا چاہتے تھے، اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ رات کے آرام سے کسی قدر تازہ دم سپاہی طویل سفر سے تھک نہ جائیں، ان میں کارکردگی کی قوت باقی رہے تو بہتر ہے، اس لئے وہ جلد از جلد اس سچویشن پر آ جانا چاہتے تھے جہاں سے کام شروع کر دیا جائے اور خوش بختی تھی کہ اس کا موقع بھی جلد ہی مل گیا۔

اس وقت وہ درّے سے گذر رہے تھے، دونوں طرف اونچی پہاڑیاں تھیں اور درّہ خاصا تنگ تھا۔ فوجیوں کی چند جیپیں اچھلتی کودتی آگے بڑھ رہی تھیں۔ ناہموار راستے کی وجہ سے ڈرائیونگ کرنے والوں کو بھی بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں اور وہ حواس باختہ تھے۔

اور اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میجر والٹر نے ڈرامہ شروع کر دیا۔

دو آدمی اچانک نیچے گر گئے اور قیدی چلتے چلتے رک گئے۔ فوراً تین چار جاپانی سپاہی ان کے نزدیک پہنچے اور انہیں ٹھوکریں مارنے لگے، وہ ان سے اٹھنے کے لئے کہہ رہے تھے، لیکن قیدیوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑے ہو سکتے۔

کیپٹن ادمارا نے کچھ گڑبڑ دیکھی تو وہ اپنی جیپ آگے لے گیا، اور قیدیوں کے قریب پہنچ کر صورت حال معلوم کرنے لگا۔ پھر جب اسے تفصیل معلوم ہوئی تو جیپ سے نیچے اترا اور گرے ہوئے قیدیوں کے کئی ٹھوکریں رسید کر دیں۔

لیکن یہ ڈرامہ اسی لئے ہوا تھا کہ ادمارا کی توجّہ اس طرف ہو جائے اور عقب سے گڑبڑ شروع کر دی جائے، دونوں میجر پوری طرح ہوشیار تھے اور دفعتاً انہوں نے اشارہ کیا، دونوں سمت سے قیدیوں نے مسلّح سپاہیوں کی جیپوں پر اور پیدل سپاہیوں پر چھلانگیں لگا دیں۔ ہر چند کہ یہ لوگ نیم مردہ حالت میں تھے، لیکن زندگی کے حصول کا تصوّر انسان کے جسم میں کئی گنا طاقت

بڑھادیتا ہے، یہی کیفیت ان لوگوں کی تھی۔ انہوں نے پوری قوت سے پستہ قد جاپانی سپاہیوں کو دبوچ لیا اور پہلے ہی حملے میں ان کی رائفلیں قیدیوں کے قبضے میں آگئیں۔ اس کے علاوہ ان کے پسٹل بھی نکال لئے گئے تھے۔

جاپانی سنبھلے، لیکن دیر ہوچکی تھی۔ قیدیوں نے فوراً ان پر حملہ کر دیا تھا اور بہت سے جاپانی سپاہی ان کا شکار ہوگئے۔ کیپٹن اومارا کو جس وقت صورت حال کا اندازہ ہوا تو دیر ہوچکی تھی، وہ قیدی جو اس پروگرام میں شریک بھی نہ تھے اپنے ساتھیوں کو جاپانیوں سے برسرپیکار دیکھ کر خود بھی ان پر ٹوٹ پڑے تھے، اور دیکھتے ہی کئی کئی قیدی ایک ایک جاپانی سے چمٹ گئے تھے۔

اومارا کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اس نے اسٹین گن سیدھی کی اور قیدیوں پر اندھا دھند فائرنگ شروع کردی، بہت سے قیدی شکار ہوئے تھے، لیکن دوسرے لمحے میجر ڈوگریس اس کی پشت پر پہنچ گیا۔ اومارا کی جیپ کے ڈرائیور نے ڈوگریس کو ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن ڈوگریس نے خود کو بچاتے ہوئے اومارا کی پشت پر ایک لات رسید کردی، اسٹین گن اومارا کے ہاتھ سے نکل گئی، لیکن اسی وقت ڈرائیور نے جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھادی۔

چنانچہ ڈوگریس جیپ سے نیچے گر پڑا، اس طرف امریکی سپاہی جاپانیوں پر پوری طرح حاوی ہوگئے تھے، انہوں نے اپنی تعداد سے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا اور ایک ایک جاپانی سپاہی چھ چھ امریکیوں کے قبضے میں تھا۔ آتشی ہتھیاروں کا استعمال تو تقریباً ختم ہوچکا تھا، وہ ہتھیار استعمال کئے جارہے تھے جو قریب سے زیادہ موثر ہوتے ہیں۔

لیکن اس میں بھی وہ اپنی تعداد کی بنا پر زیادہ کامیاب تھے اور تھوڑی ہی دیر میں سارے کے سارے جاپانی فوجی کام آگئے، ان کی لاشیں چاروں طرف بکھری پڑی تھیں اور امریکی قیدی اپنی ساری کیفیت بھول کر خوشی کے نعرے لگا رہے تھے، صرف کیپٹن اومارا بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن کسی نے اس کے تعاقب کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی حالانکہ جیپیں موجود تھیں۔ لیکن خستہ حال قیدیوں کو اس وقت اومارا کی بجائے ان کے چھوڑے ہوئے خوراک کے سامان اور پانی سے زیادہ دلچسپی تھی۔

وہ سب ان ذخائر پر ٹوٹ پڑے، تینوں میجر اشک بار آنکھوں سے اپنے آدمیوں کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ تب اچانک میجر ڈوگریس کو فلپائنی لڑکیوں کا خیال آیا اور اس نے قیدیوں کی بھیڑ میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی، لڑکیاں ایک کونے میں سمٹی ہوئی تھیں۔ اور یہ عورت اور مرد کا فرق تھا۔ باقی سارے قیدی خوراک پر ٹوٹے پڑ رہے تھے اور ڈوگریس جانتا تھا کہ نہ جانے کب کے بھوکے اس وقت کچھ نہیں چھوڑیں گے چنانچہ وہ خود بھی ایک جیپ کی جانب لپکا اور اپنے دو اور ساتھیوں کی مدد سے خوراک کی خاصی مقدار حاصل کرکے لڑکیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔

سارکس کی آنکھوں میں اسے دیکھ کر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

" ہیلو سارکس!" میجر نے مسکراتے ہوئے اسے پکارا اور پھر اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرکے خوراک ان چاروں تک پہنچادی اور اس کے بعد وہ سارکس کے نزدیک پہنچ گیا۔

" شکر ہے ہمیں وقتی طور پر جاپانیوں کی قید سے نجات مل گئی۔" سارکس نے کہا۔

" ہاں سارکس، آؤ کھانا کھائیں۔" اس نے خوراک کا ایک حصہ حاصل کرکے اور سارکس کا بازو پکڑ کر کہا۔ سارکس اس کے ساتھ چل پڑی۔ دوسرے لوگوں سے وہ ذرا فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔

" بیٹھو۔" اس نے کہا اور دونوں بیٹھ گئے، سارکس کی نگاہیں اس کا بغور جائزہ لے رہی تھیں اور ان آنکھوں میں محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے، تب اس نے ڈوگریس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

" آپ کے بازو پر زخم ہے مسٹر ڈوگریس۔"

" اوہ۔ ہاں۔ ہلکی سی چوٹ ہے، لیکن تمہیں کیسے معلوم؟"

" کیا آپ نے مجھے اس قابل چھوڑا ہے کہ میں زندگی کے کسی دور میں آپ کے اس احسان کا بدلہ چکا سکوں۔"

" کونسے احسان کی بات کررہے ہو سارکس؟" ڈوگریس نے پوچھا

" میرے ایک ساتھی نے مجھے گذری رات کے عجیب وغریب واقعے کی تفصیل بتائی تھی۔"

" اوہ۔ کونسا واقعہ؟"

" بلاشبہ آپ کے لہو نے مجھے زندگی کے نئے راستوں کی طرف گامزن کر دیا لیکن جو احسان آپ نے کیا ہے، اس کی مثال انسانی تاریخ میں مشکل سے ملے گی، آپ مجھے بتائیں کونسے جذبے نے آپ کو اس پر مجبور کیا؟"

" اوہ۔ سارکس میری دوست، مجھے شرمندہ کرتے ہو، ایک انسانی فرض تھا جسے میں نے پورا کردیا، ہماری رگوں میں دوڑتا خون ہماری اپنی ملکیت نہیں ہے، یہ خون ہمارے وطن کی امانت ہے، اگر اس کے چند قطرے کسی ایسے شخص کے کام آجائیں۔ جو ہمارا مخلص اور مددگار ہو، جو ہمارے لئے خون کی ہولی کھیلنے آگیا ہو تو اس میں کیا حرج ہے۔"

" نہیں، پھر بھی یہ بہت زیادہ ہے، تم نے مجھے بہت شرمندہ کیا ہے۔"

" اگر تم اس خیال کو ذہن سے نکال دو تو میں تمہارا شکر گذار ہوں گا۔" ڈوگریس نے کہا۔

" ٹھیک ہے کھانا کھاؤ۔" سارکس نے کہا اور ڈوگریس اس کے ساتھ کھانا کھانے میں مشغول ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد تمام قیدی جاپانیوں کی خوراک چٹ کرچکے تھے۔ اور پھر جب پیٹ بھر گیا تو زندگی کا خیال آیا جیپیں بہت کم تھیں اور افراد زیادہ۔ پھر بھی تینوں میجر مل کر اسلحہ اور بچے کھچے سامان کی تقسیم پر متفق ہوگئے۔ اب بات سمت کے تعین کی تھی، اس سلسلے میں فلپائنی گوریلوں نے مدد کی اور انہوں نے ایک سمت کا تعین کرکے سفر شروع کردیا۔

میجر ڈوگریس بھی ایک جیپ میں بہت سے فوجیوں کے ساتھ سوار

تھا۔ ان فوجیوں میں فلپائنی بھی شریک تھے اور سارکس خصوصی طور میجر ڈوگریس کے ساتھ تھا، راستے میں ڈوگریس نے اسے مخاطب کیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے سارکس، کیا ہم نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے؟"

"مجھے یقین ہے" سارکس نے اعتماد سے جواب دیا۔

"اس طرف سے ہم کہاں پہنچیں گے؟"

"اوکوٹاہ، یہاں امریکی چھاؤنی موجود ہے۔"

"اوہ۔ تو ہم اس رخ پر نکل آئے ہیں۔"

"ہاں، راستے میں ہمارا علاقہ بھی پڑتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہماری اصطلاح میں اسے گرین ڈنگ کہا جاتا ہے، فلپائنی گوریلوں کا ایک خفیہ ہیڈ کوارٹر یہاں موجود ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا وہیں سے چلے تھے؟"

"ہاں۔ ہم وہیں سے چلے تھے اور ہمارا یہ عارضی ہیڈ کوارٹر بظاہر کافی مضبوط ہے، حالانکہ جاپانی فوجی انتہائی کوششوں میں مصروف ہیں کہ اسے تباہ کر دیا جائے لیکن ہم اپنے ہیڈ کوارٹر کے قریب کسی جاپانی کتے کو بھی مارنا پسند نہیں کرتے کہ اس کی نشاندہی نہ ہو جائے۔ چنانچہ ہمارا یہ ہیڈ کوارٹر ابھی تک عام نگاہوں سے محفوظ ہے۔"

میجر ڈوگریس مطمئن ہو گیا۔

اور پھر سارکس کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ فلپائنی گوریلوں کی قرب و جوار میں موجودگی کا ثبوت مل گیا۔ یہ ثبوت پندرہ سولہ جاپانیوں کی لاشوں کی شکل میں تھا۔ بڑے بھیانک انداز میں انہیں قتل کیا گیا تھا، ان میں سے چند کے سینوں میں لمبے لمبے بانسوں کے نیزے گڑھے ہوئے تھے، کئی کی گردنیں ان کے شانوں سے علیحدہ کر دی گئی تھیں۔ تقریباً تمام لاشیں برہنہ تھیں، گوریلے ان کا سارا ساز و سامان لے گئے تھے جس میں نہ صرف ہتھیار بلکہ ان کا لباس بھی شامل تھا۔

سارکس انہیں دیکھ کر مسکرا دی، میجر ڈوگریس رک کر لاشوں کا جائزہ لینے لگا۔

"میرا خیال ہے انہیں قتل ہوئے زیادہ وقت نہیں گذرا۔"

"ہاں، ان کے جسموں سے بہتے ہوئے خون سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔" سارکس نے تائید کی۔

"اس کا مقصد ہے کہ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔"

"میں انہیں پکارنے کی کوشش کرتا ہوں۔" سارکس نے کہا اور پھر وہ جوتے اتار کر نزدیک کے ایک درخت پر چڑھنے لگا۔ میجر ڈوگریس اس باہمت لڑکی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے خود کو مرد ظاہر کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی تھی۔ بلاشبہ اس نے اپنے موٹے لباس میں نسوانیت کے وہ تمام خطوط چھپانے کی کوشش کی تھی جو اس کی اصلیت کی چغلی کھا سکتے تھے لیکن ذرا سی گہری نگاہ دیکھنے پر اس کا ایک ایک انداز کہہ دیتا تھا کہ وہ صنف قوی میں سے نہیں ہے۔ درخت پر چڑھتے ہوئے اس کی پتلی کمر اور ابھرے ہوئے کولہے نہایت دلکش محسوس ہو رہے تھے۔ ڈوگریس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی، لیکن دوسرے لمحے اس نے مضطربانہ انداز میں سارکس کا جائزہ لیا۔

گر نہ جائے کہیں۔ اور وہ بے اختیار اس درخت کے نیچے جا کھڑا ہوا جس پر سارکس چڑھی تھی۔ پھر اس [illegible] میں کسی الو کی آواز سنی، جو مسلسل چیخ رہا تھا۔

کئی منٹ کے بعد اسے احساس ہوا کہ یہ آواز درحقیقت الو کی نہیں، سارکس کسی مخصوص اشاراتی زبان میں کسی کو پکار رہی تھی اور پھر اس دلچسپ آواز کا جواب بھی مل گیا۔ کافی فاصلے پر کوئی اور الو چیخ رہا تھا۔ سارکس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی اور پھر اس نے درخت پر ہی سے چیخ کر کہا:

"اوہ۔ مسٹر ڈوگریس ہمارے ساتھی زیادہ دور نہیں ہیں، اس کے علاوہ لائن بھی کلیئر ہے یعنی ان اطراف میں کوئی جاپانی موجود نہیں ہے۔"

"بہت خوب، تو کیا تم نے انہیں کوئی پیغام دیا ہے؟"

"نہیں، صرف ان کی موجودگی کا اندازہ کیا تھا، آپ بتائیں کہ کیا انہیں کوئی پیغام دینا ہے؟"

"ہاں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں اپنی موجودگی کی اطلاع دو اور ان سے کہو کہ وہ ہمارے پاس پہنچ کر ہمیں اپنی طرف گائیڈ کریں۔"

"اوکے" سارکس نے کہا، اور فضا میں الو کی آوازیں پھر ابھرنے لگیں۔

چند ساعت پھر ان آوازوں کا تبادلہ ہوتا رہا، اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی، پھر سارکس نیچے اتر آئی، اس کی آنکھوں کی چمک سے خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا، یوں لگتا تھا جیسے اپنوں میں آ کر وہ بہت خوش ہو۔ ڈوگریس اس کی چمکدار آنکھوں کی مسکراہٹ پر خود بھی مسکرانے لگا دل کے انتہائی گوشوں میں وہ اس لڑکی کے لئے انتہائی گہرا قرب پا رہا تھا۔

پھر وہ وہیں رک کر آنے والوں کا انتظار کرنے لگے۔

گوریلوں کی تعداد کافی تھی، سب کے سب مختلف قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے، ان کا خصوصی اسلحہ جو کہ بانسوں اور دوسری لکڑیوں سے تیار کیا ہوا تھا، انتہائی مہلک تھا اور اس کے بارے میں میجر ڈوگریس کو بخوبی معلومات تھیں، اس کے علاوہ ان کے پاس وہ اسلحہ بھی تھا جن پر جاپانی فوجوں کے نشانات تھے، یقیناً یہ جاپانیوں سے جھڑپوں میں حاصل کیا گیا ہو گا۔

آنے والوں نے ان کی خستہ حالی کا جائزہ لیا اور پھر انہوں نے انھیں ساری سہولتیں فراہم کر دیں، اور اس طرح وہ فلپائنی گوریلوں کے عارضی ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

پہاڑی ٹیلوں کے نیچے طویل و عریض غاروں میں ان لوگوں

نے ہیڈکوارٹر قائم کیا تھا۔ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ غار قدرتی تھے، یا غیر قدرتی۔ بہرصورت فلپائنی گوریلوں نے یہاں بڑے زبردست انتظامات کئے تھے۔ آتشی اسلحوں کے بڑے بڑے انبار موجود تھے، اس کے علاوہ خوراک کے عظیم الشان ذخائر، پانی اور دوسری تمام اشیاء مہیا کرلی گئی تھیں۔

غرض وہ اسے ایک مکمل پناہ گاہ کہہ سکتے تھے۔ ان لوگوں کی انتہائی خاطر مدارت کی گئی، فلپائنی ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہے تھے، غار انتہائی کشادہ تھا اور اس کے ایک دور افتادہ حصے میں ان کی رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا، ضرورت کی ساری چیزیں مہیا کردی گئی تھیں، اور شمعدانوں کے ذریعے غاروں کو روشن کیا گیا تھا۔

اور اس وقت شمعدانوں سے احساس ہوتا تھا کہ رات ہوچکی ہے، تب میجر ڈوگریس کے کیبن میں ایک خوبصورت لڑکی داخل ہوئی۔ اس کے جسم پر فلپائن کا مخصوص لباس تھا اور ہاتھوں میں ایک ٹرے، جس میں رکھے ہوئے برتنوں سے کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اس نے فلپائنی تہذیب کے مطابق کافی کی ٹرے پتھر کی میز پر رکھی اور پھر جھک کر سیدھی کھڑی ہوگئی، گویا اجازت کی منتظر ہو۔

لیکن میجر ڈوگریس کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اور وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ سارکس کے بارے میں پہلے سے نہ جانتا ہوتا تو اس لڑکی کو دیکھ کر حیران رہ جاتا، کیونکہ اس کے نقوش ہو بہو سارکس کی مانند تھے، گویا سارکس ہی اس کے سامنے موجود تھی۔

"کیا میں آپ کے لئے کافی بناؤں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن میرے نزدیک آؤ سارکس۔"

"سارکس"... لڑکی لڑکھڑاتے ہوئے انداز میں بولی۔

"ہاں" ڈوگریس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ سوری جناب! کیا آپ مسٹر سارکس کی بات کر رہے ہیں؟"

"جی نہیں، مس سارکس کی" ڈوگریس بے تکلفی سے آگے بڑھ آیا، اور اپنے دونوں ہاتھ لڑکی کے شانوں پر رکھ دیئے۔

"اوہ۔ مم۔ میرا مطلب ہے، میرا نام اوبرینا ہے۔"

"شاید سارکس اوبرینا" ڈوگریس مسکرا کر بولا۔ لڑکی کی کسمساہٹ پر بھی اس نے اس کے شانے نہیں چھوڑے تھے، اور وہ مسکراتی نگاہوں سے ڈوگریس کو دیکھنے لگی۔

"کیا میں مسٹر سارکس کو بلا لاؤں؟"

"نہیں، وہ میری نگاہوں کے سامنے موجود ہے، ادھر دیکھو" ڈوگریس نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس کا رخ اپنی طرف کرلیا۔

"مسٹر ڈوگریس، میں واقعی اوبرینا ہوں۔"

"ہوگی، لیکن تم میرے لئے سارکس ہی ہو" ڈوگریس نے کہا۔ "تم خود کو چھپانے کی جتنی بھی کوشش کرو، لیکن تمہارے بدن سے میرے خون کی بو آتی ہے۔"

"اوہ۔ ڈوگریس" لڑکی نے دونوں بازو ڈوگریس کی گردن میں حمائل کردیئے۔ "لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم مجھے دیکھ کر ذرا بھی حیران نہیں ہوئے۔ کیا میری بدلی ہوئی شکل تمہارے لئے تعجب خیز نہیں ہے؟"

"نہیں سارکس، کیونکہ میں بہت پہلے سے تمہیں اس حیثیت سے جانتا تھا۔"

"ایسے، وہ کیسے؟"

"میں نے اس وقت تمہیں پہچان لیا تھا جب تم پر طویل بے ہوشی طاری تھی۔"

"اوہ" سارکس نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ "اور تم نے اس کا اظہار کبھی نہیں کیا۔"

"تم نہیں کرنا چاہتی تھیں سارکس اور ظاہر ہے جو بات تمہیں پسند نہیں تھی، میں اس کو انجام دے کر تمہاری دل شکنی نہیں کرسکتا تھا۔"

"اوہ۔ ڈوگریس — ڈوگریس، کیا تمام امریکی سپاہی تمہاری طرح ہوتے ہیں، تم بے حد فراخ دل اور مخلص انسان ہو، میں تم سے محبت کرتی ہوں" سارکس نے بے اختیار ہوکر کہا۔

"سارکس — سارکس"... ڈوگریس نے بے اختیار ہوکر اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا اور پھر اس کے ہونٹوں پر، آنکھوں پر اور رخساروں پر بے پناہ بوسوں کی بارش کردی۔ "میں بھی تمہیں چاہتا ہوں سارکس اور جب ہم جاپانی فوجوں کو شکست دے کر اپنے ملک واپس جائیں گے تو کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کروگی؟"

"میں تم سے دور رہنا بھی چاہوں ڈوگریس تو نہیں رہ سکتی۔ میرے بدن میں موجود تمہارا خون مجھے کہاں سکون لینے دے گا" سارکس نے اس کی محبت کے جواب میں بھرپور محبت کا جواب دیا۔

اور پھر جب تقریباً پندرہ دن کے بعد قیدیوں کا یہ بڑا جتھا یوکوہاما کی امریکی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا تو سارکس اس کے ساتھ تھی۔ پستہ قامت فلپائنی لڑکی اپنی زبان پر کاربند تھی، اور بے شمار فوجی معرکوں میں وہ ڈوگریس کے شانہ بشانہ رہی۔

اور ۱۹۴۵ء کے اختتام پر جب ڈوگریس امریکی ساحل پر اترا تو اس کے ساتھ فلپائنی حسینہ سارکس اس کی بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھی، اور جب عقیدت مندوں نے میجر ڈوگریس کو پھولوں سے لاد دیا تو اس نے اپنی گردن سے ہار اتار کر سارکس کے گلے میں ڈال دیئے اور پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے بالکل قریب کرلیا۔

کوئی اعتراض ہے آپ کو؟